تعارف و تبصرہ کتب

نام کتاب	:	اندلس میں علوم قرأت کا ارتقاء
مصنف	:	محمد یسین مظہر صدیقی ندوی
سال اشاعت	:	۱۹۹۸ء
ناشر	:	ڈائریکٹر ادارہ علوم اسلامی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ
صفحات	:	۲۸۴
قیمت:	:	درج نہیں
تبصرہ نگار	:	سفیر اختر☆

مسلمانوں کے ذخیرہ علم و دانش پر ایک نظر ڈالنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ شروع میں ان کی توجہ قرآن مجید کی حفاظت پر مرکوز رہی۔ اس حفاظت کا ایک پہلو یہ تھا کہ قرآن مجید کے ایک مستند نسخے پر امت مسلمہ کو مجتمع کر دیا جائے، اس کی ترتیب اور قرأت کے بارے میں کوئی ابہام نہ رہے۔ کوئی آیت یا کسی آیت کا کوئی لفظ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے کس طرح ادا ہوا تھا، یا کسی لفظ کی ادائیگی پر مختلف عرب قبائل کے درمیان کیا فرق ہے، ان امور پر روایات کی چھان پھٹک کی گئی اور ایک عالم قرآن الفاظ و آیات قرآن کی ادائیگی پورے ایقان کے ساتھ کرنے لگا۔ قرأت ہی کے سلسلے میں اعراب متعارف کرائے گئے، اور قرآن مجید کی لفظی حفاظت کا مرحلہ طے ہو گیا۔ بعد

☆ لوہمر شرفو۔ واہ کینٹ

میں ہر دور میں علمائے کرام کے ایک طبقے نے علوم قرأت سے اعتناء کیا، جو ان علوم کی ترویج و اشاعت اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہا۔

علوم قرأت کی ترتیب و تدوین کا آغاز مرکز اسلام میں پہلی صدی ہجری کے نصف آخر میں ہو گیا تھا، اس کے بعد مسلمانوں کے قدم جس خطے میں پہنچے، یہ علوم بھی دینی ضرورتوں کے تحت وہاں متعارف ہوتے چلے گئے۔ اندلس، یعنی موجودہ اسپین کے جنوبی اور وسطی حصے میں اسلام کا پیغام، غالباً شمالی افریقہ میں مسلم فتوحات کے ساتھ ہی پہنچ گیا تھا، تاہم مسلمانوں کا اثر و رسوخ اس خطے میں طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر کی فوجی مہمات کے ذریعے قائم ہوا، اور ۹۷ھ میں اندلس کا کچھ حصہ پرچم اسلام تلے آگیا تھا۔ واضح رہے کہ موسیٰ بن نصیر کی قیادت محض فوجی نوعیت ہی کی نہ تھی، بلکہ وہ ایک تابعی تھے اور بالفاظ پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی ندوی، وہ "ایک صاحب روایت و سماعت محدث اور مختلف علوم اسلامی کے ماہر و عالم تھے (-ص ۲۳)۔" اندلس کے اسلامی پرچم تلے آنے کے ساتھ جہاں جہاں اسلامی آبادیاں وجود میں آئیں، عرب اور شمالی افریقہ کے مسلمانوں کی نقل مکانی کے باعث، یا مقامی آبادی کے حلقہ اسلام میں داخل ہونے کے سبب، وہاں قرآن مجید کی تعلیم و تدریس ہونے لگی تھی، اور فنی سطح پر علوم قرأت نشوونما پانے لگے تھے۔ ابتداء میں امامان فن وہ اہل علم تھے جو شمالی افریقہ یا مسلم دنیا کے دوسرے خطوں سے اٹھ کر اندلس گئے تھے، مگر ایک دو نسلوں کے گزرنے پر خود اہل اندلس علوم قرأت میں داد تحقیق دینے لگے تھے، بلکہ بعض اندلس نژاد ائمہ فن نے عالم اسلام کے دوسرے مراکز میں جا کر نام پیدا کیا، اور وہیں ان کا فیض عام ہوا۔

پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی ان معاصر گنے چنے اہل علم میں شامل ہیں جنہیں تاریخ اندلس سے گہری دلچسپی ہے۔ انہوں نے اس خطے میں مسلمانوں کی سیاسی اور فوجی پیش رفت یا عروج و زوال (جس پر نسبتاً زیادہ لکھا گیا ہے) پر قلم اٹھانے کے بجائے اس خطے میں

علم و دانش اور تہذیب و ثقافت کی تاریخ پر توجہ دی ہے۔ زیر نظر کتاب میں انہوں نے اندلس میں علوم قرأت کے عہد بہ عہد ارتقاء اور ترویج کا جائزہ لیا ہے۔(کتاب کی ورق گردانی کرتے ہوئے ایک جگہ احساس ہوتا ہے کہ انہوں نے دوسرے علوم قرآن میں بھی اندلسی اہل علم کے کارنامے پر کام کر رکھا ہے۔ دیکھئے: ص۳۹") اندلس میں علوم قرأت کا ارتقاء۔۔ پیش لفظ اور دو حصوں میں منقسم ہے۔ "پیش لفظ" میں جناب مصنف نے موضوع سے اپنی دلچسپی کے اظہار اور فن قرأت میں اپنے محسنوں کے ذکر خیر کے ساتھ کتاب کے خاکے اور اندلس کی تاریخ اور جغرافیے پر اختصار سے بنیادی معلومات پیش کی ہیں۔ کتاب کے پہلے حصے(صفحات ۱۳۔۱۹۷) میں علوم قرأت کی تدریس و تعلیم اور ترویج کا صدی بہ صدی(بہ مطابق تقویم ہجری)، اور ہر صدی میں علاقہ بہ علاقہ جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ جناب مصنف نے کوشش کی ہے کہ جملہ اندلسی علمائے قرأت کی تعلیم و تدریس، سلسلہ تلمذ، تصنیف و تالیف اور مطالعہ و مباحثہ کا جامع انداز میں ذکر کیا جائے۔ دوسرا حصہ (صفحات ۱۹۸۔۲۲۱) اندلسی تصانیف قرأت کے صدی بہ صدی اور ہر صدی میں علاقہ بہ علاقہ تاریخی جائزے کے لئے مختص ہے۔

کتاب میں دوسری صدی ہجری سے لے کر آٹھویں صدی ہجری تک اندلسی امامان قرأت کی کاوشوں کا تذکرہ موجود ہے، تاہم جناب مصنف کی تحقیق و مطالعہ کے مطابق "علوم قرأت و قرآن کا اہم ترین زمانہ اور اوج کمال کا عہد تین صدیاں تھیں۔ چوتھی، پانچویں اور چھٹی صدیوں میں جتنی ترقی اور وسعت نظر آتی ہے، وہ نہ تو پہلے کی صدیوں میں ہو سکی اور نہ بعد کی صدیوں میں (ص ۲۹)" جناب مصنف نے تاریخ، انساب اور تراجم کی متعدد معروف (اور بعض کم معروف) کتابوں سے علوم قرأت اور ائمہ قرأت کے بارے میں ریزہ ریزہ جمع کر کے یہ کتاب مرتب کی ہے جو اپنے موضوع پر اردو میں اولین کاوش ہے۔ انہیں اس امر کا احساس ہے کہ شاید یہ کاوش ہر پہلو سے کامل نہیں، تاہم وہ یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ "یہ نقش ناتمام بھی خون جگر کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوا(ص ۷)۔"

کتاب کے دوسرے حصے کی ورق گردانی کرتے ہوئے حیرت آمیز خوشی ہوتی ہے کہ اندلسی ائمہ قرأت سے متعدد کتابیں یادگار ہیں، مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کتابوں میں سے کتنی اور کون کون سی دستبرد زمانہ سے محفوظ رہ سکی ہیں، اور یہ کن کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ جناب مصنف نے جس طرح علی شواخ اسحاق کی تالیف "معجم مصنفات القرآن الکریم۔۔ سے بعض کتابوں کے خطی نسخوں کی نشان دہی کی ہے، اگر سب ہی کتابوں کے بارے میں ایسی مفید اطلاعات میسر آجائیں تو مزید تلاش و جستجو کے خواہش مند اہل علم کے لئے آسانی ہو گی۔

کتاب کے باذوق مصنف نے اس کی طباعت و اشاعت میں بھی خاصا اہتمام کیا ہے۔ عمدہ سفید کاغذ منتخب کیا گیا ہے، مناسب جلد ہے، اور رنگین گردپوش پر مسجد قرطبہ کا ایک اندرونی منظر دکھایا گیا ہے۔ قاری کی سہولت کے لئے اندلس کے دو نقشے بھی شامل کئے گئے ہیں۔ ایک نقشہ علامہ مقری (مؤلف "نفح الطیب۔۔) کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق بنایا گیا ہے، اور دوسرے نقشے میں اسپین و پرتگال کے "موجودہ صوبوں" اور "اقالیم" کی تقسیم دکھائی گئی ہے۔ گو "موجودہ" سے کیا مراد ہے؟ واضح نہیں۔ اگر یہ بتا دیا جاتا کہ یہ خطہ وار تقسیم کس سال کی ہے تو زیادہ مناسب رہتا۔ اسی طرح نقشے کے ساتھ دی گئی عبارت میں سرخ اور سبز رنگ کے مختلف خطوط کے ذریعے صوبوں اور اقالیم کی تقسیم کو الگ الگ دکھانے کا ذکر کیا گیا ہے، مگر نقشے میں ایسی کوئی بات نہیں۔ اس فروگزاشت سے قطع نظر "اندلس میں علوم قرأت کا ارتقاء" مطالعہ اندلس اور علوم قرأت ہر دو کے حوالے سے قابل قدر کاوش ہے، اور جناب مصنف سے ہماری توقع بے جا نہ ہو گی کہ اندلس کی تاریخ و ثقافت پر اسی نوع کے مزید مطالعات ان کے قلم سے سامنے آتے رہیں گے۔